فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو میں سے آخر ایک جیت ہی گیا

ان کے نام اسلام کا پیام

لننظر کیف تعملون

صحیح انتخابات وہ ہوتے ہیں جب لوگ آپ اپنی مرضی سے کسی کو انتخاب کرتے ہیں۔ لیکن مغربی جمہوریت کے اس دورِ انتخاب میں تلوار کی نوک اور ڈنڈے کی چوٹ کے ذریعے لوگوں سے جبراً کہلوایا جاتا ہے کہ: کہو! میں اچھا، میری پارٹی اچھی، میرے امیدوار اچھے، میرا منشور اچھا۔

اگر کبھی بڑا اکرم کیا تو پھر دھونس اور دھاندلی کے بجائے سکوں کی کھنک، سونے کی چمک، اور مال و دھن کی دمک دکھا کر، للچا کر اور بہکا کر عوام کے حلقوم سے اگلواتے ہیں کہ: نعرہ لگاؤ: کہ میرے جیسا جہاں میں کوئی اور نہیں، کہیں نہیں، کبھی نہیں!

اس سے بھی کام نہ چلا تو پھر قوم کو، پرائی نہیں، اپنی قوم کو اُلّو بناتے ہیں، اندھیرے میں رکھتے ہیں، سبز باغ دکھاتے ہیں، عوام اور خاص کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کو بے قابو کر دیتے ہیں کہ وہ سیدھے سادے لوگ بول اٹھتے ہیں کہ: آہا! یہ کیسا عمدہ نجات دہندہ اللہ نے بھیجا ہے۔ لوگو! بس اس کا دامن تھام لو، اس کے پاؤں پکڑ لو، اس کی بلائیں لو!

بہرحال جوں توں کر کے جمہوریت کے یہ نام نہاد انتخابات آخر کوئی جیت ہی لیتا ہے۔ لیکن عموماً یہ انتخابات جیتنے والوں کے لیے بہت کم ہی مبارک ثابت ہوتے ہیں۔

انتخابات جیت لینا اصل میں ملکی اور ملی ذمہ داریاں قبول کرنے کے لیے ایک اجازت نامہ ہے، حقیقی جیت کا دارومدار دراصل انہی مفوضہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے پر ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی جماعتیں واضح اور بھاری اکثریت سے جیت جانے کے باوجود میدان عمل میں آکر جیتی ہوئی بازی ہار دیتی ہیں اور اس کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔

ایک تو یہ لوگ حقیقۃً اپنے دعووں میں مخلص نہیں ہوتے، باتیں کرتے ہیں کہ لوگوں کا اعتماد

حاصل ہو لیکن عوام ان کے سامنے نہیں ہوتے بلکہ اب بھی اپنا ذاتی مستقبل ان کے سامنے ہوتا ہے۔ اس لیے اقتدار کا یہ سارا پیریڈ وہ ملکی استحکام کے بجائے اپنی کرسی کے استحکام کے لیے تج دیتے ہیں اور اس سودائے خام میں اس قدر وارفتہ ہو رہتے ہیں کہ اپنے سر پیر کا ہوش رہتا ہے نہ ملک وملت کا۔

دوسرا یہ کہ: انھوں نے لوگوں سے جیسے کہلوایا ہے، واقعۃً وہ ویسے ملک وملت کی قیادت اور امامت کے اہل نہیں ہوتے، اس لیے اگر وہ کچھ کرنا بھی چاہیں تو بھی یہ "جہانبانی" ان کے بس کا روگ نہیں ہوتی۔ بہر حال جو لوگ جس حال میں اور جس طرح مقام رفیع پر قابض ہو جاتے ہیں، پہلے ہی روز اسلام ان کے نام اپنے ازلی پیامات، ابدی پیغامات اور سرمدی الہامات کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے کہ اب آپ کی ذمہ داریوں کی نوعیت کیا ہے اور آپ اس وقت کس مقام پر کھڑے ہیں؟

سب سے پہلے اسلام ان سے جو بات کہتا ہے وہ یہ ہے کہ سیاست دین سے الگ کسی شے کا نام نہیں ہے۔ جو سیاست دین سے جدا ہو جاتی ہے وہ چنگیزیت ہو کر رہ جاتی ہے، سیاست نہیں! حضورؐ کا ارشاد ہے سیاست پہلے انبیاءؑ کے ہاتھ میں رہی اب (میرے) خلفاء کے ہاتھ میں رہے گی۔

قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (صحیحین)

اس سے معلوم ہوا کہ، سیاست بے خدا لوگوں کی میراث نہیں ہے بلکہ پاک ہستیوں کی دنیا ہے، بلکہ شاطروں کی یہ واویلا کہ، علماء کو کیا لگے کہ وہ سیاست میں حصہ لیں، اصل میں ناسمجھی کی باتیں ہیں یا سیاست کو صلحاء سے خالی رکھنے کی ایک شاطرانہ سازش ہے۔

دوسرا یہ عقدہ بھی حل ہو گیا کہ خلافت کا یہ مفہوم بھی غلط ہے کہ: انتخاب کے ذریعے جو حکومت تشکیل پاتی ہے، اسے خلافت کہتے ہیں، اصل میں خلافت پیغمبر کی جانشینی کا نام ہے، جو حکومت علیٰ منہاج نبوت نظام سیاست کو برپا کرے گی، اسے خلافت کہا جائے گا، خواہ وہ آمرانہ طرز پر نمودار ہو یا انتخاب کے ذریعے۔ انتخاب مروجہ طریقوں پر ہو یا چند دیندار افراد کی کمیٹی کے ذریعے بروئے کار لائی جائے، اگر کسی مملکت کا بے خدا نظامِ مملکت عوام کی خواہشات پر مبنی ہو یا منتخب نمائندوں کی صوابدید کی اساس پر قائم ہو، وہ کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو، اسے اصطلاحی خلافت کہنا صحیح نہیں ہے۔ نہ اسے اصلی معنوں میں "خلیفہ" کہنا مناسب ہوتا ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران حضرت ابو بکرؓ،

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو نیک دل مزدوروں کی طرح کام کر رہے تھے، ان کو دیکھ کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

هؤلاء ولاة الامر بعدی (البدایہ والنہایہ لابن کثیر)

"یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد حکومت کے وارث ہوں گے"

غرض یہ تھی کہ: میرے خلیفے صرف یہ لوگ اور ان جیسے پاک باز لوگ ہوں گے اور اسے ہی خلافت کہا جائے گا، جس کے وارث ایسے باخدا اور مخلص حضرات ہوں گے جو مسجد نبوی کی طرح ملک و ملت کی تعمیر میں مصروف رہیں گے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے بھی ان قدسی صفات صحابہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (پ۱۷۔ الحج ع۶)

"یہ لوگ (ایسے ہیں کہ) کہ ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (بھلے ہی کام کریں گے) نمازیں پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف کریں گے اور نہی عن المنکر کا (فریضہ) انجام دیں گے اور انجام (سب) کا اللہ ہی (کے ہاتھ) میں ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں:

یہ ہے اصلی اور سچی تصویر اسلامی طرز حکومت کی۔ گورنمنٹ اگر مسلمانوں، سچے مسلمانوں کی قائم ہو جائے تو مسجدیں آباد اور پر رونق ہو جائیں، ہر طرف سے صدائیں تکبیر و تہلیل کی گونجا کریں، بیت المال کے ہوتے کوئی ننگا بھوکا نہ رہنے پائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کی بجائے ملنے لگے، رشوت، جعلسازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی حق، کوئی موقع، غیر کی تحقیر کا، ایذا کا باقی نہ رہ جائے، غیبتیں، بدکاریاں، چوریاں، ڈاکے خواب و خیال ہو جائیں، مہاجنی کوٹھیوں، سود خوار ساہوکاروں، بنکوں کے ٹاٹ الٹ جائیں، گویئے اور مخنثے اگر تائب نہ ہوں شہر بدر کر دیے جائیں۔ سینما، تھیٹر، تمام شہوانی تماشا گاہوں کے پردوں کو آگ لگا دی جائے۔ گندہ، فحش افسانہ و شاعری کی جگہ صالح و پاکیزہ ادبیات لے لیں۔ غرض یہ کہ دنیا دوبارہ گویا نمونۂ جنت بن جائے۔

اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ (اگر زمین میں ہم ان کو حکومت دے دیں) کہہ کر یہ بات بھی واضح فرما دی کہ: خدا کی عطا کردہ جو حکومت ہوتی ہے، وہ صرف خدا کی مرضی کے مطابق کام کرتی ہے۔ ان الارض یرثها عبادی الصلحون (پ۱۷۔ الانبیاء) اور جو حکمران اس کے برعکس چلتے ہیں وہ گویا کہ ملک اور

قوم کے چور ہوتے ہیں جو دھونس، دھاندلی یا فریب سے در آتے ہیں اور استحصالی ہتھکنڈوں کے ذریعے ملک پر قابض ہو جاتے ہیں، خواہ وہ بذریعہ انتخاب کیوں نہ آئے ہوں اسے اسلامی زبان میں ملک عضوض (جابر حکمران) کہا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی زبان میں یہ سٹیج خلافت کے بعد کی سٹیج ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:

عالم اسلام میں حکومت کا آغاز نبوت اور رحمت کی شکل میں ہوا، اس کے بعد خلافت اور رحمت کے طور پر جاری رہے گی۔ پھر ملک عضوض (بیچر حکمران) کا دور آئے گا۔ پھر جبر و استبداد اور فساد فی الارض کا نظام برپا ہوگا۔ جس میں عیاشی کی جائے گی۔

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدأ نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم ملکا عضوضا ثم کائن جبریۃ وعتوا وفسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج ویرزقون علی ذالک وینصرون حتی یلقوا اللہ۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ: نبوی دور تو حضورؐ کی وفات پر ختم ہو گیا۔ خلافت کا وہ دور جس میں تلوار کا دخل نہیں رہا وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سانحہ کے ساتھ چل دیا۔ صرف خلافت (جس میں تلوار بھی میان سے نکل آئی) وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے ساتھ جاتا رہا۔ اور ملک عضوض بنوامیہ کے ساتھ صحابہ کے جھگڑوں سے شروع ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اختتام پذیر ہوا، جبر و استبداد عباسیہ مملکت کی سلطنت بنی، کیونکہ قیصر و کسریٰ کے رنگ میں انھوں نے بساط حکومت بچھائی۔

اقول فالنبوۃ انقضت بوفاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والخلافۃ التی لاسیف فیھا بمقتل عثمان والخلافۃ بشھادۃ علی کرم اللہ وجھہ وخلع الحسن رضی اللہ عنہ والملک العضوض مشاجرات الصحابۃ بنی امیۃ ومظالمھم الی ان استقر امر معاویۃ والجبریۃ والعتو خلافۃ بنی العباس فانھم مھدوھا علی رسوم کسریٰ وقیصر (حجۃ اللہ البالغۃ)

ملک عضوض کی تشریح میں شراح حدیث لکھتے ہیں کہ: ایسے بادشاہ جو کتے کی طرح ایک دوسرے کو کاٹنے کو دوڑیں۔

ای یعض بعض اھلہ بعضاً کعض الکلاب (مشکوٰۃ بین السطور)

قیادت دراصل ملک و ملت کی خدمت کا ایک مقتدر انداز ہے، ظاہر ہے کہ اسلام اور ملک و ملت کی خدمت کی ذمہ داری کا تاج پھولوں کا تاج نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ کانٹوں کی ایک سیج ہے،

جس کی وجہ سے چین و قرار روٹھ جاتے ہیں، ایسی صورت میں کوئی کاہے کو اس کے لیے بد حواس ہوگا اور کیوں وہ کسی کے گلے پڑے گا؟ چنانچہ پہلے روز تقیفہ بنی ساعدہ میں جب خلافت کی ذمہ داری کی بات آئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کے لیے حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت عمرؓ کا نام نامی پیش کیا۔ اور حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت عمرؓ کو اظہار خیال کا موقعہ ملا تو انھوں نے اپنے بجائے حضرت ابوبکرؓ کا نام پیش کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ (بخاری)

یہی کیفیت حضرت علیؓ کی تھی، تاریخ طبری سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس منصب کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (تاریخ طبری)

کیونکہ وہ امامت اور قیادت کی گرانبار ذمہ داریوں کی سنگینی سے بخوبی واقف تھے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ گو اس کا مزہ لذیذ ہے تاہم انجام ندامت ہے۔

ستكون ندامة يوم القيمة فنعم المرضعة و بئست الفاطمة (بخاری)

اس کے برعکس جو لوگ، مال و جاہ پر جان چھڑکتے ہیں، جن کے سامنے صرف اپنے نفس و طاغوت کی پوجا اور غلامی ہے اور جو ملک و ملت کی خدمت کے بجائے اسے دستر خوان سمجھ کر آگے بڑھتے ہیں وہ اقتدار کی ہڈی پر کتوں کی طرح جھپٹیں گے نہیں، تو اور کیا کریں گے؟ بس اسی ذہنیت کی نشاندہی کے لیے اقتدار کے ان لالچیوں کو "ملک عضوض" کہا گیا ہے۔ صدق الله و رسوله۔

ملک کا لفظ پسندیدہ نہیں سمجھا گیا، کیونکہ ملک خدا کا غلام بننے میں فخر محسوس نہیں کرتا بلکہ خدا بن کر رہے بغیر اس کی "انا" کی تسکین کے سامان نہیں ہوتے۔ اس لیے جب ایک شخص دور سے دیکھ کر کانپ گیا تو آپ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں! میں ملک (بادشاہ) نہیں ہوں۔

هوّن عليك فاني لست بملك (صحیح بخاری)

قرآن نے بھی آپ کے متعلق یہی کہا ہے:

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (ق)

صحابہؓ بھی اس کے تصور سے دہشت محسوس کرتے تھے چنانچہ سفیر روم مدینہ منورہ میں پہنچ کر جب لوگوں سے پوچھتا ہے کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ تو وہ بول اٹھے کہ ہمارا بادشاہ تو کوئی نہیں، ہاں ہمارا ایک امیر ضرور ہے۔

ما لنا ملك بل لنا امير۔

شہنشاہ کا لقب اسلام میں بدترین جرأت ہے۔

اَخْنَی الاسماء ملک الاملاک شہنشاہ (بخاری)

کیونکہ یہ خدا کی شان ہے۔

مَلِكِ النَّاسِ (پ ۳۰ - الناس)

قیامت میں ان جبابرہ اور جعلی شہنشاہوں کو خدا آواز دے گا کہ اب کہاں ہو؟

انا الملک این ملوک الارض (صحیحین)

انا الملک این الجبارون، این المتکبرون (مسلم)

اسی طرح اسلام نے سیاست کو جس طرح اسلامی معاشرہ کا ایک اہم باب قرار دیا ہے اسی طرح طرزِ جمہوریت کے لیے بھی ایک اچھوتا تصورِ جمہوریت پیش کیا ہے۔

عوام کی خواہشات پر مبنی حکومت، اسلام کی نگاہ میں جمہوریت نہیں ہے، حیوانیت ہے، بلکہ اسلام میں اس کے بنیادی عناصر یہ ہیں۔

قانون سے بالاتر کوئی نہیں، عوام اور خواص، رعایا اور بادشاہ، سب یکساں ہیں۔ انسانی حقوق میں بھی سب یکساں ہیں۔ گورے اور کالے، عربی اور عجمی میں کوئی امتیاز نہیں۔ حکمران رعایا کا نمائندہ ہوتا ہے، مالک نہیں ہوتا، اس لیے اسے حکمران کے فیصلے اور تعامل کو چیلنج کرنے کا بھی حق حاصل ہوتا ہے۔

غیر منصوص امور میں یا منصوص امور کی تکمیل کے لیے طریق کار کے سلسلے میں شورائیہ (پارلیمنٹ) سے مشورہ لینا ان کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

اسلامی پارلیمنٹ کے افراد کے لیے "صالح اور اہل الرائے" ہونا ضروری ہے۔

یہاں "اکثریت" کی بنیاد پر فیصلے کی بات نہیں ہوتی، دلائل کی بنا پر ہوتی ہے۔

یہاں پر اپوزیشن کا الگ کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ پوری پارلیمنٹ میں ہر رکن اسمبلی حزب مخالف کا پارٹ ادا کرتا اور کر سکتا ہے۔ کیونکہ شورائیہ میں بات "سمجھنے" کی غرض سے کی جاتی ہے اور دلائل کی بنیاد پر کی جاتی ہے، اس لیے سربراہ مملکت بھی کسی ایک شخص کی وزنی دلیل کی بنا پر اکثریت کے فیصلے کو رد کر سکتا ہے۔

یہاں انتخابات پارٹی بیس پر نہیں لڑے جاتے اور نہ انتخاب کے اس محاربانہ انداز کے لیے اسلام میں کوئی گنجائش ہوتی ہے۔ بلکہ سربراہِ مملکت، حسب ضرورت مشیروں کی ایک صالح اور اہل بصیرت ٹیم کا خود انتخاب کرتا ہے۔

سربراہِ مملکت سمیت تمام ارکان شورائیہ کتاب و سنت کے پابند ہوتے ہیں، ذہناً اور عملاً بھی۔ ایسے صالح اور صاحب فراست حضرات کے لیے متعین میعاد کا تصور غلط اور بالکل غلط ہے۔ اس لیے انھیں اپنی کرسی کے بچانے اور استحکام کی فکر نہیں رہتی وہ یکسو ہو کر ملک و ملت کی خدمت اور دین حق کی نشر و اشاعت کے لیے ہمیشہ محنت کرتے ہیں، ہاں اگر وہ کفر کا ارتکاب کریں۔ غداری کے مرتکب ہوں یا اس کی وجہ سے اسلامی اخلاق اور مستقبل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو ان کو علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ اسلامی جمہوریہ ہے جس کا اسلام احترام کرتا ہے۔

وقت کے حکمرانوں کے نام رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوت نامے بھیجے تھے اور اسلامی سیاسیات کے سلسلے میں کچھ رہنما اصول اور مناسب امور کا بھی ان میں ذکر فرمایا ہے، یہاں پر ان کا ایک ملخص ان حضرات کی خدمت میں ہم پیش کرنا چاہتے ہیں، جو حالیہ انتخابات جیت کر بساطِ اقتدار پر تشریف فرما ہوئے ہیں۔

قیصر روم (ہرقل) کے نام جو دعوت نامہ بھیجا گیا تھا، اس میں ان سے ایک یہ بات کہی تھی کہ: اگر آپ نے اسلام قبول نہ کیا تو آپ کی دیکھا دیکھی جو عوام آپ کے پیچھے چلیں گے۔ ان کا وبال بھی آپ پر پڑے گا۔

فان تولیت فان علیک اثم الیریسیین (بخاری)

اسی طرح آپ ﷺ نے خسرو پرویز بن ہرمز شاہ فارس کے نام بھی یہی تحریر فرمایا:

فان ابیت فان علیک اثم المجوس (نصب الرایہ للزیلعی)

اس لیے حکمرانوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ آج جو کچھ کریں گے اور کہیں گے اس کے جواب دہ بھی وہ خود ہوں گے اور جو عوام ان کے بھرے میں آ جائیں گے، ان کے بدنتائج میں سے ان کو بھی وافر حصہ ملے گا۔

آخر میں قرآنی الفاظ میں یہ لکھا کہ: اللہ کے سوا عبادت اور غلامی اور کسی کی نہ کریں، نہ کسی شے کو اس کی جناب میں شریک بنائیں اور نہ ہی کوئی کسی کو اپنا رب بنائے۔

اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (بخاری)

رب بنانے کے معنی ہیں کہ خدا اور اس کے رسول کے حکموں کی سند دیکھے بغیر محض کسی فرد کی ذاتی صوابدید کو "دین" بنا لیا جائے اور اپنے کو اس کی غلامی میں دے کر یوں کھو جائے کہ ایمانی تحریک اور ضمیر دم بخود رہ جائیں۔ جیسا کہ آج کل حکمرانوں کے چمچوں اور کڑچھوں کا حال ہے ——

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تلقین نے نوعِ انسانی کو انتہائی سربلند کر دیا ہے بشرطیکہ وہ اس کا احساس کریں۔ افسوس! آج کل پارٹی لیڈر اور سیاسی سربراہانِ مملکت کے ذیلی لوگ کچھ اسی قسم کے مرض میں مبتلا ہو رہے ہیں، جس سے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نجات دلانے کی کوشش فرمائی ہے۔

مقوقس کے نام بھی دعوت نامہ بھیجا اور یہ والا نامہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ لے کر گئے تھے، جب وہ اس کے دربار میں پہنچے تو شاہِ مصر کے سامنے یہ تقریر بھی کی۔

دیکھیے جناب! آپ سے پہلے بھی ایک شخص (فرعون) تھا جس نے یہ ڈینگ ماری تھی کہ وہ "ربِ اعلیٰ" ہے تو اس کو خدا نے دونوں جہان کے عذاب میں دھر پکڑا، اس سے بدلہ لیا اور اس کو سزا دی۔ سو آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ آپ دوسرے سے سبق لیں۔ اس کے بجائے کہ آپ کسی کے لیے سامانِ عبرت بنیں۔

اعلم انہ قد کان قبلک رجل زعم انہ الرب الاعلیٰ فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولیٰ فانتقم بہ وانتقم منہ فاعتبر بغیرک ولا یعتبر غیرک بک (زاد المعاد و نصب الرایہ و سیرت حلبیہ)

بہرحال رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفیر کی یہ تقریر انتہائی بصیرت افروز ہے۔ اس کے بعد بھی جن کی آنکھیں نہیں کھلتیں، یقیناً حالات اور نتائج کی ترشی سے ان کی آنکھیں ضرور کھل جائیں۔ جیسا کہ ابھی ابھی ہم نے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ بہرحال اس نے حضرت حاطبؓ کو ٹرخا کر واپس کر دیا، انھوں نے حضورؐ سے اس کی معذرتوں کی تفصیل ذکر کی تو آپؐ نے فرمایا: اس خبیث نے بادشاہت کی وجہ سے ایسا کیا ہے لیکن یہ بادشاہت بھی باقی نہیں رہے گی۔

فقال ضن الخبیث بملکہ ولا بقاء لملکہ (نصب الرایہ)

جو لوگ اپنے اقتدار کی خاطر اسلام کے مستقبل کو خطرے میں ڈالتے ہیں عموماً ان کا اپنا مستقبل خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

کسریٰ کے نام لکھا:

اَسْلِمْ تَسْلَمْ (نصب الرایہ)

"خدا کے حضور جھک جا، بچ رہے گا"

سلامتی کی راہ یہی ہے کہ انسان خدا کے سامنے بندۂ بے دام بن جائے، ورنہ انجام بخیر مشکل ہے۔ اور حکمرانوں کی یہ کج روی پوری قوم کے لیے نحوست بن جاتی ہے۔

ایک دعوت نامہ کسریٰ کے نام بھی ارسال کیا تھا مگر اس بدنصیب نے اس کو پھاڑ ڈالا تھا۔ اور اس کے نتیجہ میں خود بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مرا، روایات میں آتا ہے کہ کسریٰ نے یمن کے گورنر باذان کو حکم دیا کہ العیاذ باللہ وہ حضورؐ کو گرفتار کر کے ان کے پاس بھیج دے۔ چنانچہ وہ آدمی اس غرض کے لیے مدینہ منورہ پہنچے۔ فارسیوں جیسی ان کی وضع قطع اور تراش سے تھی، ڈاڑھی منڈی ہوئی، مونچھیں بڑھی ہوئیں، حضورؐ نے ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کیا، آپؐ نے ان سے کہا۔ تمہارا ناس ہو، اس وضع قطع کا تمہیں کس نے حکم دیا ہے؟ کہا، ہمارے رب (آقا) نے، آپؐ نے فرمایا مجھے تو میرے آقا (رب) نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کترانے کا حکم دیا ہے۔

وکانا علی زی الفرس من حلق لحاھم و اعفاء شوا ربھم فکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم النظر الیھما ثم قال ویلکما من امرکما بھذا قالا امرنا ربنا یعنیان کسریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ولکن امرنی ربی باعفاء لحیتی وقص شاربی (سیرۃ طیبۃ ج۳ ص۲۲)

غور فرمائیے! یہ غیر مسلم سفیروں کے سلسلے کی بات ہے، کیا حضورؐ اپنی امت کے ڈاڑھی منڈے حکمرانوں، سفیروں، حکام اور رہنماؤں کو دیکھنا پسند کرتے یا اگلے جہان ان کو دیکھنا پسند کریں گے؟

حضورؐ نے ایک دعوت نامہ یمامہ کے رئیس ہوذہ کے نام بھی ارسال فرمایا تھا کہ: خدا کے حضور جھک کر محفوظ ہو جا، جو کچھ تیرے پاس ہے تیرے ہی پاس رہے گا۔

اسلم تسلم واجعل لک ما تحت یدیک (زیلعی وابن القیم) مگر اس کمبخت کو ایمان کے بجائے سودے کی سوجھی کہ میرے ساتھ اقتدار کا کچھ حصہ طے کر لیجیے! آپ کے پیچھے چل پڑوں گا۔

فاجعل الی بعض الامر اتبعک (زیلعی وابن القیم)

حضورؐ نے فرمایا کہ تباہ ہوا آپ بھی اور اس کی سیادت بھی۔

باد و باد ما فی یدیہ (ایضاً)

افسوس! اسمبلی ہال میں قدم رکھتے ہی عموماً کچھ اسی قسم کے سودے ہی شروع ہو جاتے ہیں جن کا انجام بھی اس سے مختلف نہیں رہتا۔ مگر لوگ عبرت بہت کم پکڑتے ہیں۔ انا للہ۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی حکمران، خدا کی عبدیت اختیار کرے تو اس کا اقتدار اس کے پاس رہنے دینا چاہیے! چنانچہ عمان کے ارباب اقتدار جیفر اور عبد دونوں کے ساتھ ایسا ہی وعدہ کیا گیا، جو پورا بھی کیا گیا۔

ان اقررتما ولیتکما ...... فاسلم تسلم ویستعملک علی قومکما (حلبی)

غسانی سے بھی یہی فرمایا: میں آپ کو ایمان کی طرف دعوت دیتا ہوں، آپ کی بادشاہت آپ کے پاس رہے گی۔

انی ادعوك ان تومن بالله وحده لا شريك له يبقى لك ملكك (نصب الرايه وزاد المعاد)

مگر اس پر وہ خفا ہوا اور بولا کہ کون میرا ملک مجھ سے چھین سکتا ہے۔ میں اس کا مقابلہ کروں گا یمن میں جا کر بھی پناہ لی تو وہاں سے بھی اسے گرفتار کر کے لاؤں گا۔

فتواعده ورمى به وقال من ينتزع مني ملكي وانا سائر اليه ولو كان باليمن جئته على بالناس (نصب الرايه وزاد المعاد وسيرت طيبه)

حضورؐ نے یہ سن کر فرمایا: اس کی سلطنت تباہ و برباد ہوئی۔

باد ملكه (نصب الرايه)

چنانچہ ۳۶ھ میں غسانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ بہرحال جو لوگ اپنے اقتدار اور کرسی کے تحفظ کے لیے اسلام اور اس کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں، ان کا بہرحال انجام رسوائی اور ناکامی کے سوا کبھی کچھ نہیں نکلا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اعراض کی یہ نحوست حکمرانوں، نوابوں، باثر جاگیرداروں اور رؤسا کو بالخصوص جلدی گھیر لیتی ہے اور وہ سامانِ عبرت بن کر جہانِ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ اور یہی کچھ آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ اس لیے اربابِ اقتدار اور ان کے حواریوں کو چاہیے کہ غفلت میں نہ رہیں، کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب اس کی افتاد ان پر آ پڑے۔

سرداران ایلہ کے نام خط میں تحریر فرمایا: کہ اگر خشکی اور تری (بحر و بر) میں امن چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

فان اردتما ان يامن البر والبحر فاطع الله ورسوله (بلاغ المبين)

چنانچہ وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور جزیہ دے کر اطاعت کا عہد کیا اور بچ گیا۔

دنیا میں امن اور طمانیت، دار و گیر، پکڑ دھکڑ، رعب و داب، کر و فر اور جنگ و جدال سے حاصل نہیں ہو سکتے، ان کا علاج یہ ہے کہ: دنیا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا عہد کرے، ورنہ بحر و بر میں فساد اور تخریب کی پنگیں اور بڑھیں گی اور بڑھ کر دنیا کے امن و سکون کو غارت کر کے رکھ دیں گی۔ جیسا کہ آپ حالات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ہجر کا رئیس اسیخت تھا۔ دعوت نامہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا تھا، آپ نے اس کو لکھا تھا: میں آپ کو اللہ سے وابستہ رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہونا اور راہ راست

پا لینے کے بعد بھٹک نہ جانا۔

اما بعد، فانی اوصیکم باللہ و بانفسکم ان لا تضلوا بعد ان ھدیتم ولا تعودوا بعد ان رشد تم (ابن سعد)

مقصد یہ ہے کہ: کلمہ پڑھ لینے کے بعد کام ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا اور اپنی زندگی پر اس کو جاری و ساری رکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ مسلمان کہلانے کے بعد بے عملی یا بدعملی مسلمانی کو داغدار کر دیتی ہے اور اسلام کی برکات کے راستہ میں حائل ہو جاتی ہے بلکہ مسلمانی بدنام ہو کر رہ جاتی ہے، اس لیے اسلام کے سلسلے میں بدگمانیاں زور پکڑ جاتی ہیں۔ اور یہ وہ معصیت ہے، جو انسان کی دنیا اور آخرت کو لے ڈوبتی ہے۔

اطراف عالم کے شاہان وقت کو یہ والا نامے اور دعوت نامے آپؐ نے اس وقت بھیجے جب صلح حدیبیہ (۶ھ) کے بعد ایک حد تک عرب کو رام کر لیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم سربراہان مملکت، جب اقتدار کی گدی پر فائز ہو جاتے ہیں، ان پر یہ فرض بھی عائد ہو جاتا ہے کہ سرکاری سطح پر غیر مسلم حکمرانوں اور ان کی وساطت سے ان کے عوام کو "اسلام" کی طرف دعوت دینا بھی ان کا سرکاری فریضہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ کام ہے، جس کے اختیار کرنے میں بین الاقوامی قوانین حائل نہیں ہوتے۔ ہاں اس میں صرف اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ:

جس اسلام کی طرف دعوت دی ہے، داعی کا خود اپنا ملک اور اس کے سربراہ کی زندگی بھی اس کا نمونہ پیش کرتی ہو۔ اگر وہ خود ننگ دین ہوں گے تو تبلیغ دین کی مزید بدنامی کا باعث بنے گی۔

مگر افسوس! عرصہ دراز سے مسلمان حکومتیں اس سلسلے میں مجرمانہ غفلت کی مرتکب ہوتی آرہی ہیں۔ جس کے دو نقصان برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ ایک یہ کہ: وہ خود اسلام اور اسلامی کردار کی توفیق سے محروم ہو گئے ہیں، دوسرا یہ کہ مسلم دنیا کی توسیع کا پروگرام نہ صرف رک گیا ہے بلکہ سمٹنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ کیا خداداد مملکت پاکستان کے سربراہان مملکت اس سنت کے احیاء کے لیے بھی اپنے اندر کوئی داعیہ اور تحریک محسوس کرتے ہیں۔ کیا مستقبل میں اس کی ان سے کچھ توقع کی جا سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اب تمہاری باری ہے، دیکھیے: کیا چاند چڑھتا ہے۔

لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝